بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آل عمران

(۱۹)

(گزشتہ سے پیوستہ)

و يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، اِنْ تَطِيعُوْا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اٰوْتُوا الْكِتٰبَ، يَرُدُّوْكُمْ
بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ، وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ،

ایمان والو، تم ان اہل کتاب کے ایک گروہ کی بات مان لو گے تو تمہارے ایمان کے بعد یہ پھر
تمہیں کفر کی طرف پھیر لے جائیں گے۔ (اس پر متنبہ رہو) اور (غور کرو کہ) تمہارا کفر میں پڑنا کس

[۱۶۷] سورہ کی پہلی فصل آیت ۹۹ پر ختم ہوئی۔ یہاں سے دوسری فصل شروع ہو رہی ہے۔ پہلی فصل میں خطاب
اہل کتاب سے تھا۔ ان پر اتمام حجت کے بعد اس آیت سے خطاب کا رخ مسلمانوں کی طرف ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس
دوسری فصل میں اب پہلے مسلمانوں کو اہل کتاب کی ان گمراہ کن چالوں سے خبردار کیا گیا ہے جو وہ حق کے راستے سے
ان کو ہٹانے کے لیے اختیار کر رہے تھے۔ اس کے بعد تزکیہ و تطہیر کا مضمون شروع ہوتا ہے جس میں ان کو امتحان کے
اس مرحلے میں کامیابی کے لیے ضروری ہدایات دی گئی ہیں اور یہ حقیقت ان پر واضح کی گئی ہے کہ اسلام کی پیروی کا
صحیح حق وہ اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام کر اور آزمائش کے موقعوں پر اللہ و رسول کی اطاعت پر پوری طرح قائم
رہ کر ہی ادا کر سکتے ہیں۔

[۱۶۸] اس سے اہل کتاب کا وہی گروہ مراد ہے جس کی مخالفتوں اور وسوسہ اندازیوں کا ذکر اوپر تفصیل سے ہوا

وَفِيكُمْ رَسُولُهُ، وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ، وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ

طرح جائز ہو سکتا ہے، جب کہ تمہیں اللہ کی آیتیں سنائی جا رہی ہیں اور اُس کا رسول تمہارے اندر موجود ہے۔ (لہذا اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو) اور (یاد رکھو کہ) جو اللہ کو مضبوطی سے پکڑے گا تو (سمجھ لو کہ) اُس نے سیدھی راہ کو پالیا ہے۔ ۱۰۰-۱۰۱

ایمان والو، اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے، اور دنیا سے رخصت ہو تو ہر حال میں

ہے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک گروہ اہل انصاف کا بھی تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ہر جگہ ملحوظ رکھی ہے کہ ان کے ساتھ کوئی بے انصافی نہ ہونے پائے۔

[۱۶۹] یعنی تم سمجھتے ہو کہ یہ دین کے ماننے والے ہیں، اس لیے کسی کو گمراہ کرنے کی بات کس طرح سوچ سکتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی تمام دین داری رسمی ہے۔ یہ اصل دین کے ایسے پکے دشمن ہیں کہ خود بھی منکر ہیں اور ان کی باتوں میں آؤ گے تو تمہیں بھی اس کا منکر بنا کر چھوڑیں گے۔

[۱۷۰] مطلب یہ ہے کہ اس کے باوجود حق کو چھوڑتے ہو تو یہ تمہاری انتہائی محرومی اور بدبختی ہوگی۔ اللہ کے حضور میں پیش کرنے کے لیے اس کے بعد کوئی عذر تمہارے لیے باقی نہ رہے گا۔ اس کے معنی تو پھر یہی ہوں گے کہ تم نے پورے دن کی روشنی میں ٹھوکر کھائی ہے۔

[۱۷۱] اللہ کو مضبوطی سے پکڑنے کا مفہوم یہ ہے کہ نرم و گرم، ہر طرح کے حالات میں آدمی جادہ حق پر قائم رہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام و ہدایات اور اس کی کتاب سے کسی حال میں روگردانی نہ کرے۔

[۱۷۲] یہ اللہ کو مضبوطی سے پکڑنے کی حقیقت واضح فرمائی ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سے اس طرح ڈرتے رہو، جس طرح اس سے ڈرتے رہنے کا حق ہے۔ استاذ امام اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

”... یہ تقویٰ اگرچہ مطلوب تو اسی حد تک ہے جس حد تک بندے کی استطاعت میں ہے، اس کی وضاحت خود

قرآن ہی نے فرمادی ہے کہ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ*۔ لیکن خدا سے ڈرنے اور دوسروں سے ڈرنے میں بڑا

فرق ہے، اس وجہ سے ارشاد ہوا کہ خدا سے ڈرتے رہو، جس طرح خدا سے ڈرتے رہنے کا حق ہے۔ اول تو بندے

* التغبان ۶۴:۱۶۔

مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا، وَلَا تَفَرَّقُوا، وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ، إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً، فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ، فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا،

اسلام پر رخصت ہو، اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑو اور تفرقہ میں نہ پڑو، اور اپنے اوپر اللہ کی اُس عنایت کو یاد رکھو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دل جوڑ دیے اور اُس کے

پر خدا کے جو حقوق ہیں، وہ کسی اور کے نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ خدا نے جو حدود و قیود قائم کیے ہیں اور ان کے توڑنے کی جو سزا مقرر کی ہے، وہ تمام تر بندوں کی دنیوی و اخروی بہبود کے لیے کی ہے، ان کی پابندی سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، بلکہ بندوں ہی کو پہنچتا ہے۔ تیسری یہ کہ خدا کی آنکھیں ہر جگہ نگرانی ہیں، یہاں تک کہ وہ دلوں کے وسوسوں سے بھی باخبر ہے۔ چوتھی یہ کہ خدا کی پکڑ سے کوئی دوسرا بچا نہیں سکتا اور وہ دنیا اور آخرت، دونوں میں سزا دے سکتا ہے اور ہمیشہ کے لیے دے سکتا ہے۔ خدا سے ڈرنے میں جب تک بندہ ان تمام پہلوؤں کو مد نظر نہ رکھے وہ خدا سے ڈرنے کا صحیح مفہوم سمجھ بھی نہیں سکتا، چہ جائیکہ وہ اس کا صحیح حق ادا کر پائے۔ بہت سے لوگ جو انسانوں سے ڈر کر خدا اور اس کی شریعت کو چھوڑ بیٹھتے ہیں، ان کی بنیادی گمراہی یہی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کی مخالفت اور خدا کے غضب میں فرق نہیں کر پاتے۔“ (تدبر قرآن ۱۵۲/۲)

[۱۷۳] یعنی خدا سے یہ ڈرنا اور اس کی اطاعت پر قائم رہنا زندگی بھر کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی انقطاع کی گنجائش نہیں ہے۔ شعور کی عمر کو پہنچنے کے بعد یہ جدوجہد شروع ہوگی اور زندگی کی آخری سانس تک جاری رہے گی۔ لہذا خبردار رہو، اتمام سے ذرا پہلے بھی اگر اس کا سلسلہ ٹوٹ گیا تو ساری محنت برباد ہو جائے گی۔

استاذ امام نے اس کا ایک اور پہلو بھی واضح فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”... آیت کے اسلوب میں یہ بات بھی مخفی ہے کہ یہ راہ بہت ہموار نہیں ہے، بلکہ اس میں بہت سے نشیب و فراز اور ہر قدم پر اتار چڑھاؤ ہیں۔ اس میں آزمائشوں اور فتنوں سے دوچار ہونا ہوگا اور شیاطین کے شب خونوں اور معاندین کی دراندازیوں اور فساد انگیزیوں سے سابقہ پیش آئے گا۔ کبھی طمع و رغلا نے کے لیے عشوہ گرمی کرے گی۔ کبھی خوف دھمکانے کے لیے اپنے اسلحہ سنبھالے گا۔ جو ان سب مرحلوں سے اپنا ایمان و اسلام بچاتا ہو منزل پر پہنچا اور اسی حال میں اس نے جان، جان آفرین کے سپرد کی، درحقیقت وہ ہے جو خدا سے اس طرح ڈرا، جس طرح خدا سے ڈرنے کا حق ہے اور یہی ہے جس کو اعتصام باللہ کا مقام حاصل ہوا۔“ (تدبر قرآن ۱۵۲/۲)

[۱۷۴] اس سے مراد یہاں قرآن ہے، اس لیے کہ یہی وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین تک خدا اور اس کے

وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ، فَأَنْقَذَكُم مِّنْهَا. كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ،
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾ وَلِتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ، يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ، وَيَأْمُرُونَ

فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے، اور (یاد رکھو کہ) تم آگ کے ایک گڑھے کے بالکل کنارے پر
کھڑے تھے، پھر اُس نے تم کو اُس سے بچا لیا۔ اللہ اسی طرح اپنی آیتیں تمہارے لیے واضح کرتا ہے
تا کہ تم ہدایت پر رہو۔ اور چاہیے کہ تمہارے اندر سے کچھ لوگ مقرر ہوں جو نیکی کی دعوت دیں، بھلائی کی

بندوں کے درمیان تنی ہوئی ہے۔ ہمارے اور ہمارے رب کے درمیان یہی واسطہ اور یہی عہد و میثاق ہے۔ چنانچہ اللہ
کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم اس کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑیں اور کسی حال میں اس
سے الگ نہ ہوں۔ پھر اس کے ساتھ جمیعاً کی قید اور لا تفرقوا کی نہیں بھی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں
سے یہ مطالبہ ان کی اجتماعی حیثیت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ وہ سب مل کر اس رسی کو مضبوطی سے تھامیں اور اس
کو چھوڑ کر اپنے شیرازے کو پراگندہ نہ کریں، بلکہ ایک جمیعت بن کر قرآن سے وابستہ ہوں، اسے پڑھیں، اس کی
آیتوں پر تدبر کریں، اس سے نصیحت حاصل کریں، خدا کی اتلازی ہوئی ایک میزان عدل کی حیثیت سے اپنے تمام
معاملات میں اسی کو مرجع بنائیں اور اس کے کسی حکم یا فیصلے کے سامنے کسی دوسری چیز کو ہرگز کوئی وقعت نہ دیں۔

[۱۷۵] یہ اس عظیم احسان کی یاد دہانی ہے جو قرآن کے ذریعے سے عربوں پر ہوا۔ اس کتاب کے نازل ہونے
سے پہلے ان کا ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کا دشمن تھا اور یہ باہم جنگ و جدال برپا کیے رہتے تھے۔ مذہبی حیثیت سے بھی ان
کے مابین وحدت کا کوئی رشتہ باقی نہ رہا تھا۔ ہر قبیلے نے اپنے دیوتا الگ کر لیے تھے اور سیاست و معیشت میں بھی ان
کے مفادات باہم متصادم تھے۔ لیکن قرآن کی صورت میں یہ رسی ان کے ہاتھوں میں پکڑا دی گئی تو استاذ امام کے
الفاظ میں اس نے ان کو ایک رشتے میں پرو کر موتیوں کی لڑی بنا دیا اور وہ جو ایک دوسرے کے دشمن تھے، ایک
دوسرے کے جگڑی دوست اور غم خوار بھائی بن گئے۔

[۱۷۶] مطلب یہ ہے کہ اس وضاحت کے ساتھ یہ یاد دہانی اس لیے کی گئی ہے کہ اس معاملے میں معمولی غلطی
بھی بڑے غیر معمولی فتنوں کا باعث بن سکتی ہے، لہذا متنبہ رہو کہ اگر وحدت و محبت کی اس حالت کو باقی رکھنا چاہتے
ہو تو اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا ضروری ہے، ورنہ جاہلیت کی اسی حالت کو لوٹ جاؤ گے جس میں تم اس سے
پہلے بتلا رہ چکے ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ تم آگ کے ایک گڑھے کے بالکل کنارے پر کھڑے تھے کہ تمہارے پروردگار

بِالْمَعْرُوفِ، وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾
 وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا، وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ،
 وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ، وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ، فَأَمَّا
 الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ، أَكْفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ، فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا
 كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ، فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ، هُمْ فِيهَا

تلقین کریں اور برائی سے روکتے رہیں۔ (تم یہ اہتمام کرو) اور (یاد رکھو کہ جو یہ کریں گے) وہی فلاح
 پائیں گے۔ ۱۰۲-۱۰۴

(تم یہ کرو) اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو فرقوں میں بٹ گئے اور جنہوں نے نہایت واضح
 ہدایات اپنے پاس آجانے کے بعد اختلاف کیا اور (اب) وہی ہیں کہ جن کے لیے بڑی سخت سزا ہے،
 اُس دن جب کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہروں پر تاریکی چھا رہی ہوگی۔ سو جن پر تاریکی چھا
 رہی ہوگی، (اُن سے پوچھا جائے گا) کیا تم ایمان کی نعمت سے بہرہ یاب ہونے کے بعد پھر کافر ہو
 گئے؟ تو اپنے اس کفر کی پاداش میں اب چکھو عذاب کا مزہ۔ رہے وہ جن کے چہرے روشن ہوں گے تو

نے تمہارا ہاتھ تھام کر تم کو اس سے بچالیا۔ اب اس کتاب کو چھوڑو گے تو اندیشہ ہے کہ اسی گڑھے میں گرو گے اور اس
 کی آتش سے کسی طرح بچ نہ سکو گے۔

[۱۷۷] یہ مسلمانوں کو ان کی اجتماعی حیثیت میں حکم دیا ہے کہ اس ہدایت پر قائم رہنے کے لیے اپنے اندر سے کچھ
 لوگوں کو مقرر کریں جو انہیں بھلائی کی تلقین کرتے اور برائی سے روکتے رہیں۔ اس سے واضح ہے کہ یہ حکم ارباب اقتدار
 سے متعلق ہے۔ چنانچہ اسلامی ریاست میں جمعہ کا منبر اور پولیس کا محکمہ یہی خدمت انجام دیتے ہیں۔ خطبہ جمعہ کے
 ذریعے سے مسلمانوں کے ارباب حل و عقد انہیں بھلائی کی دعوت دیتے اور برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں اور
 پولیس ایسے منکرات کا ارتکاب کرنے والوں کا محاسبہ کرتی ہے جنہیں قانون کی رو سے جرم قرار دیا جاتا ہے۔

[۱۷۸] یعنی محض سرکشی کے باعث انہیں ماننے سے انکار کر دیا۔ آگے اسی کو ایمان کے بعد پھر کافر ہو جانے سے

تعبیر کیا ہے۔

خَلِدُونَ ﴿١٠٧﴾ تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ، وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا
لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٨﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ، وَمَا فِي الْأَرْضِ، وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ
الْأُمُورُ ﴿١٠٩﴾

اُن کی جگہ اللہ کی رحمت کے سایے میں ہوگی، وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم
تمہیں ٹھیک ٹھیک سنارہے ہیں، اور (اس لیے سنارہے ہیں کہ) اللہ نہیں چاہتا کہ وہ دنیا والوں پر کوئی ظلم
کرے۔ (لہذا ان اہل کتاب کی طرح جھوٹی امیدوں میں نہ رہو) اور (یاد رکھو کہ) زمین و آسمان میں جو
کچھ ہے، سب اللہ ہی کا ہے اور تمام معاملات اللہ ہی کے حضور میں پیش کیے جاتے ہیں۔^{۱۰۹} ۱۰۵-۱۰۹

[۱۷۹] اس پیرے کی آیتوں پر غور کیا جائے تو اس سے جو حقائق سامنے آتے ہیں، وہ استاذ امام کے الفاظ میں یہ ہیں:
”اول یہ کہ اعتصام بحبل اللہ سے محروم ہو جانے کے بعد اہل کتاب اختلاف و انتشار میں مبتلا ہوئے اور یہ انتشار و
اختلاف در حقیقت ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹ جانے کے ہم معنی ہے۔

دوم یہ کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ یہ سرفرازی و سرخ روئی بخشا ہے کہ ان کے ہاتھ میں خود اپنی رسی پکڑا تا ہے، اگر وہ اپنی
شامت اعمال سے اس رسی کو چھوڑ کر دوسرے پھندے اپنی گردنوں میں ڈال لیتے ہیں تو قیامت کے دن ان کو اسی
درجے کی روسیا ہی بھی حاصل ہوگی جس درجے کی ان کو سرخ روئی بخشی گئی تھی۔ چہرے روشن ان کے ہوں گے جو ہر
طرح کے حالات میں اس رسی کو تھامے رہیں گے۔ یہ لوگ، بے شک اللہ کے فضل و رحمت کے حق دار ہوں گے۔

سوم یہ کہ یہ ساری تمبیہات بالحق ہیں یعنی ہر بات شدنی ہے۔ ان کو محض خالی خالی دھمکی سمجھ کر جو لوگ نظر انداز
کریں گے، وہ اپنی روسیا ہی کا سامان خود کریں گے اور اس کی تمام تر ذمہ داری انھی پر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آگاہی
پہلے سے اسی لیے سنادی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ کسی کو سزا اس پر حجت تمام کیے بغیر دے۔

چہارم یہ کہ آسمان و زمین میں سارا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ سارے امور اسی کے حضور پیش ہوں گے اور
اسی کا فیصلہ ناطق و نافذ ہوگا۔ اگر کسی نے کسی اور سے امید باندھ رکھی ہو تو اس کی یہ امید محض ایک واہمہ ہے جو
حقیقت کے ظہور کے بعد بالکل سراب ثابت ہوگی۔“ (تذبر قرآن ۱۵۵/۲)

[باقی]